چیستانِ مرزا

اس عنوان سے ایک مضمون دسمبر کے مرقع میں نکلا تھا جس کے جواب کے لئے مرزا صاحب، کو مبلغ پانسو روپیہ پیش کرنے کا وعدہ تھا - مرزا صاحب خود تو سامنے نہ آئے - البتہ اُن کے ایک مرید (مولوی فضل الدین مدرس عربی سکول قادیان) نے حوصلہ کیا - قبل جواب دینے کے مجھے خط لکھا جو اہلحدیث ۲ جنوری میں مع جواب شائع ہو چکا ہے - جسکا خلاصہ یہ ہے کہ راقم خط پہلے تو مجھ سے پوچھتا ہے کہ آپنے جو انعام تجویز کیا ہے وہ خاص مرزا صاحب کے لئے ہے یا ہر ایک مجیب کے لئے؟ پھر اخیر میں التماس کرتا ہے کہ آپنے جو تخصیص اس انعام کی مرزا صاحب سے کی ہے وہ انعام اُٹھا کر سب کے لئے کر دیجئے - ناظرین غور کریں کہ ان دونوں فقروں سے کیا ثابت ہوتا ہے پہلے فقرہ میں جس بات کا سوال کرتا ہے دوسرے فقرے میں خود ہی اسکا جواب دیتا ہے - پہلے فقرے میں تو پوچھتا ہے کہ آپنے یہ انعام مرزا صاحب سے مخصوص کیا ہے یا کہ سب کے لئے ہے دوسرے میں کہتا ہے کہ آپ تخصیص کو اُٹھا دیجئے - بھلا جس صاحب کی لیاقت اور صلاحیت کا یہ نمونہ ہے اُس نے مُرقع کے مواخذات کا جواب کیا دیا ہوگا - تاہم ناظرین کی آگاہی اور راقم جواب کی ہدایت کے لئے ذکر کرتے ہیں -

سوال مندرجہ مُرقع کے تین حصے تھے - اسجگہ ہم ایک ایک حصے کا ذکر کرینگے - پہلا حصہ یہ تھا کہ مرزا جی ازالہ کے صفحہ ۶۹۳ پر لکھتے ہیں کہ مسیح موعود کو دنیا کی عمر کے حساب سے چھٹے ہزار میں پیدا ہونا تھا (مفصل عبارت دسمبر کے پرچے میں دیکھو) پھر صفحہ ۳۱۱ پر دنیا کی عمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ بعثت تک چار ہزار سات سو چالیس سال رکھی ہے - اس پر سوال یہ تھا - کہ اس حساب سے دنیا کی عمر کا چھٹا ہزار ۱۲۴۷ھ کو پورا ہو گیا اور ۱۲۴۸ھ سے ساتواں ہزار شروع ہوتا ہے اور آپکی پیدائش ۱۲۵۵ھ میں ہوئی تھی بس ثابت ہوا کہ آپ بقول خود بھی مسیح موعود نہیں جو ساتویں ہزار میں آئے ہیں -

اسکا جواب مرزائی مجیب کیطرف سے جو دیا گیا وہ ہم اُنہی کے الفاظ میں نقل کرتے ہیں آپ لکھتے ہیں :-

"حضرت مرزا صاحب کا مدعا اس عبارت سے یہ ہے کہ خلقت آدم سے لیکر نبی کریم صلعم کے زمانہ نبوت تک جو سلسلہ ہجری تک تھا (۴۷۴۰) برس گذرے ہیں -

پر مولوی صاحب نے حضرت مرزا صاحب کی تصریحات کے خلاف اس عبارت کا یہ مطلب قرار دیا ہے کہ جس قدر زمانہ حضور صلعم کے خلعت نبوت ملنے تک تھا وہ تو اس مدت (۴۷۴۰) میں داخل ہے مگر جو تئیس سال خالص نبوت کا زمانہ تھا وہ اس میں شامل نہیں۔ مولوی صاحب سنہ نبوت کے تئیس سال کے زمانہ کو اس اعداد العصر کے زمانہ میں شمار نہیں کرتے اور خیال کرتے ہیں کہ قبل نبوت کے چالیس سال تو اس مدت میں داخل ہیں مگر زمانہ نبوی میں سے جو تئیس سال باقی ہیں وہ اس مدت سے خارج ہیں۔ یہ وہ غلطی ہے جو زمانہ بعثت تک کے لفظوں کی غلط مفہوم سمجھنے کی وجہ سے مولوی صاحب کو ٹھوکریں دے رہی ہے۔ مولوی صاحب نے زمانہ بعثت تک کے لفظ سے حضرت نبی کریمؐ کے مامور اور مرسل ہونیکا وقت سمجھا ہے جو تفسیر القول بما لا یرضیٰ بہ قائلہ کا مصداق ہے اگر مولوی صاحب کچھ بھی توجہ کرتے تو حضرت مرزا صاحب کی تصریحات کے خلاف یہ مطلب ہرگز نہ قرار دیتے اور اور نہ ہی اس غلط مراد کو حضرت مرزا صاحب کا منشا قرار دیکر انکی طرف منسوب کرتے۔ مولوی صاحب شاید اصرار کریں کہ اچھا کوئی ایسی اور تحریر علاوہ ازیں دکھاؤ جہاں سے سمجھا جائے کہ اس مدت العصر سے یہ مراد صحیح نہیں جو میں لیتا ہوں اور جس سے صاف پتہ لگ جاوے کہ میں نے جو کچھ سمجھا ہے حقیقۃً قائل کے منشاء کے خلاف ہے اسلئے ہم خود ہی اُن کی خاطر لکھتے ہیں۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۰۱ میں حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں "خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر فرمایا ہے کہ سورۃ العصر کے حروف حساب جمل کے رو سے ابتدائی آدم سے لیکر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک جسقدر برس گذری ہیں انکی تعداد ظاہر کرتے ہیں سو سورہ ممدوحہ کے رو سے جب اس زمانہ تک حساب لگایا جاوے تو معلوم ہوگا کہ اب ساتواں ہزار لگ گیا ہے۔ اور اسی حساب کی رو سے میری پیدائش چھٹے ہزار میں ہوئی ہے۔ کیونکہ میری عمر اس وقت قریباً ۶۸ سال کی ہے" (تشحیذ الاذہان نمبر ا جلد ۲ صفحہ ۵)

جواب: اس ساری مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ زمانہ بعثت سے مراد تمام زمانہ تاریخ

زمانہ تاریخ

ہے اس حساب سے تیئیس سال تبلیغ رسالت آں حضرت کے بڑہا کر فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔تاکہ مرزا صاحب کا سبز قدم ساتویں ہزار میں نہو بلکہ چھٹے ہزار میں رہے۔

اس تقریر میں آپنے خوب دجل سے کام لیا ہے۔غور سے سُنئے! زمانے تین ہوتے ہیں (۱) فترت یعنی بندش رُسل کا زمانہ (۲) بعثت جسمیں کوئی نبی مامور ہوکر خلق خدا کی طرف آئے۔ (۳) تبلیغ یعنی وہ زمانہ جس میں نبی خدا کے احکام بندوں کو سنائے۔ اِن تینوں زمانوں کا ثبوت قرآن مجید میں ملتا ہے پہلے زمانہ کا ثبوت یہ ہے عَلٰی فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ آں حضرت کو حکم ہے کہ تم کہدو کہ میں رسولوں کی بندش کے موقع پر آیا ہوں۔ یہی تعریف کو آپ خود بھی صـ۱۷ پر تسلیم کرتے ہیں (۲) دوسرے زمانہ کا ثبوت اس آیت میں ہے قَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِیْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ اِلٰی یَوْمِ الْبَعْثِ فَھٰذَا یَوْمُ الْبَعْثِ اس آیت میں ذکر ہے کہ قیامت کے روز کفار کہینگے کہ ہم تو قبروں میں یا دنیا میں ایک آدہ گھڑی ٹھیرے ہیں اُن کے جواب میں ایماندار کہینگے کہ تم تو یوم البعث تک ٹھیرے ہو یہ ہی یوم البعث"۔ شکر ہے کہ اس آیت میں تمام وہ الفاظ موجود ہیں جو مرزا صاحب کی عبارت میں ہیں۔بعثت اور بعث ایک ہی۔یوم اور زمانہ ایک ہے مرزا صاحب کی عبارت میں "تک" ہے اور آیت قرآنی میں الیٰ ہے جسکے معنے بھی تک کے ہیں۔کیا آیت کا مطلب یہ ہے کہ کفار اور دیگر لوگ قبروں میں روز قیامت کے خاتمہ تک رہی ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ یہ ہے کہ قیامت کے دن کے شروع تک اُن کے ٹھیرنے کو منتہی فرمایا ہے۔اس سے بعد تو اُن کو عذاب میں یا ثواب میں بھیجا جائیگا۔قبروں میں ٹھیرنے کا کیا موقع؟ تیسرا زمانہ تبلیغ رسالت کا ہے جسکی بابت ارشاد ہے۔ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ (اے نبی جو کچھ تیری طرف نازل ہُوا ہے اُس کی تبلیغ کرتا رہ) یہ ہیں تین زمانے جنکی شہادت قرآن مجید دیتا ہے۔آپنے جو بڑی جانفشانی سے صـ۱۸ پر زمانہ فترت اور بعثت میں تقابل تضاد دکہا ہے ہمارے کسی طرح مخالف نہیں سو کون اہل علم ہے جو اس سے انکار کرے کہ اضداد میں کثرت ممکن نہیں بلکہ ضروری ہے۔دیکھو رنگ سبز۔ سُرخ۔ سفید نیلا وغیرہ باہمی اضداد ہیں حالانکہ متعدد ہیں کیونکہ ضد اخص من النقیض ہوتی ہے پس جسطرح

الوان (رنگوں) میں اضداد کا تعدد ہے اسی طرح زمانہ میں اضداد کا تعدد ہے زمانہ فترت۔ زمانہ بعثت اور زمانہ تبلیغ۔ آپ کو اپنی تقریر پر گھمنڈ تو بڑا ہے مگر خبر اتنی بھی نہیں کہ اضداد متعدد بھی ہوتے ہیں یا نہیں آہ ؎

نازہے گل کو نزاکت پہ چمن میں اے ذوق + اس نے دیکھی ہی نہیں ناز و نزاکت والی

آئیے میں ذرہ آپکو اور علمی طریق سے بھی سمجھاؤں۔ شائد آپ مرزائی جال سے نکل سکیں۔ بِعثت اور بعث یہ مصدر ہیں جیسے خلق ضرب۔ نصر وغیرہ اور مصدر کا وجود فعل کے تابع ہوتا ہے۔ یعنی فاعل جب اپنا اثر مفعول پر پہونچاتا ہے تو مصدر کی اضافت بھی مفعول کی طرف جائز ہوتی ہے۔ بلکہ یوں کہنا بھی بجا ہے کہ فاعل کا فعل وہی مصدر ہوتا ہے اس کی پہچان فعل کے مطاوع سے ہوتی ہے۔ اگر فعل کا مطاوع پایا جاوے تو سمجھو کہ مفعول میں مصدر موجود ہوگیا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب خدا نے نبی کیا تو فعل (بعثت) کا اثر آپ پر پہونچ گیا جس کے پہچاننے کا طریقہ وہی مطاوع کا ہے چنانچہ اسی مصدر (بعث) کی بابت **مفردات راغب**۔ قاموس اور صراح وغیرہ میں ہے بعثتہ فانبعث اب سنئے قرآن مجید میں ارشاد ہے هُوَ الَّذِی بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا (خدا نے عربوں میں رسول پیدا کیا) اِس قاعدہ کے مطابق جس روز آپ پر وحی نازل ہوئی یعنی وصف رسالت سے موصوف ہوئے اُسی روز آپ مبعوث ہو گئے۔ اور اُسی روز سے بعث اور بعثت کی اضافت آپ کی طرف صحیح ہوگئی اور وہی وقت آپکی بِعثت کا ہے جو پہلے زمانہ (فترت) کی غائت بنتا ہے۔ ہمارا اعتبار نہو تو اپنے امام زمان مہدی اور مسیح الدوران سے پوچھو جو رسالہ کرامات الصادقین میں لکھتے ہیں۔

"یہ عاجز بھی اِس صدی کے سر پر خدا تعالیٰ کی طرف سے مجدد کا خطاب پاکر مبعوث ہوا" ص۳ (یعنی مرزا کی بعثت کا زمانہ صدی کا سر ہے۔ اوس سے بعد زمانہ تبلیغ ہے)

مرزا جی کی تو ہم کہتے نہیں وہ تو جو کچھ ہیں ہم انکو جانتے ہیں کیا تمہارا ایمان یہ حکم کرتا ہے کہ جس وقت آنحضرت پر پہلی دفعہ وحی نازل ہوئی تھی تو آپ اُس وحی سے مبعوث نہ بنے تھے؟ پھر کیا اُس وقت بعثت کی اضافت آپ کی طرف نہوئی تھی؟

اصل یہ ہے کہ بعثت کے معنے پیدا کرنے کے ہیں مگر کبھی اسکا اثر ذات پر ہوتا ہے جیسے
يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ (یعنی مُردوں کو زندہ کریگا) اور کبھی صفات پر ہوتا ہے چنانچہ ارشاد ہے
هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ - لَقَدْ اَرْسَلْنَا فِي كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا - حضرت مسیح کی
دوبارہ تشریف آوری کی بابت جو بعث کا لفظ آیا ہے وہ بھی دوسری قسم سے ہے یعنی صفت
ماموریت اُن میں نئے سرے سے پیدا کر کے بھیجی جائینگے شائد تمہیں معلوم نہو کہ رسالت اور چیز ہے
اور مامور ہونا اور چیز ہے شروع نبوت محمدیہ کے وقت سے تین سال تک وحی کا سلسلہ
بند رہا اُس زمانہ میں آپ رسول تو تھے مگر مامور نہ تھے اسی لئے آپنے اُس مدت سہ سالہ میں کسی
کو تبلیغ نہیں فرمائی تھی - ٹھیک اسی طرح حضرت عیسےٰ اس وقت بھی رسول ہیں مگر مامور
بالتبلیغ نہیں - اس تقریر سے تمہارے سوال مندرجہ صفحہ ۱۸ کا جواب بھی ادا ہو گیا اور عام طور
پر اُس سوال کا جواب بھی آگیا جو مرزا اور مرزائی حضرت مسیح کی دوبارہ تشریف آوری پر
کیا کرتے ہیں کہ خاتم النبیین کے برخلاف ہے کیونکہ خاتم النبیین کے برخلاف جب ہو کہ حضرت
مسیح کو رسالت بعد آں حضرت کے ملی لیکن جس صورت میں رسالت اُنکی پہلے کی ہے - مگر
ماموریت کا وصف مکرر اُن میں پیدا کر کے اُن کو دوبارہ دنیا میں بھیجا جاویگا تو یہ صورت
خاتم النبیین کے مخالف نہیں - مخالف ہے تو تمہارے خیالات کے ہے سو اُنکی اصلاح کراؤ -

خلاصہ یہ کہ بقاعدہ علوم آلیہ فعل کا اثر جب مفعول تک پہونچتا ہے تو اُسی وقت سے مصدر
کی اضافت اُسکی طرف ہو جاتی ہے اور اُس مصدر کا صیغہ اسم مفعول اُسپر بولا جاتا ہے۔ مگر
قادیانی تجدید کا حال کچھ اور ہی ہے - ذرہ غور فرمائیے - آپ کیا لکھتے ہیں :-

"ایک اور بات جس کی طرف ایڈیٹر مرقع کا ذہن اگر منتقل ہو جاتا تو ممکن تھا کہ وہ اسقدر
غلطیوں سے بچ جاتے یہ بھی ہے جسکی طرف اُن کا خیال تک نہیں گیا - کہ بعثت کے زمانہ
کو بعثت کا زمانہ کیوں کہتے ہیں - اگر وہ عربی زبان کے اس ایک ہی نکتہ سے آگاہ ہوتے
کہ کیونکر الفاظ میں اور معانی میں پوری مطابقت اور مناسبت ہوتی ہے اور وہ کیا اسرار
ہیں جو اِس اُم السنہ کے خصوصیات سے ہیں تو وہ بعثت کے لفظ سے یہ ٹھوکر نہ کھاتے
منجملہ عربی زبان کے معارف کے یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ الفاظ موضوعہ کو اپنے

موضوع لہ معانی سے طابق النعل بالنعل سے بڑھکر مطابقت ہوتی ہے۔ بعثت کے معنے مر کر زندہ ہونے کے ہیں۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی گرامی ذات اُسوقت دنیا میں تشریف لاتی ہے جسوقت روحانی زندگی پر مُردنی کا عالم ہوتا ہے جس طرح قیامت یعنی یوم البعث کے دن قبروں کے اموات میں رُوحیں عود کر آئیں گی اور خدا کے حکم سے وہ سب از سر نو زندہ ہو جاویں گی۔ اسی طرح انبیاء ع کیوقت میں انکے نفوس رسالت ونبوّت کے ذریعہ جاودانی زندگی کی اموات کو پھر زندہ کر کے قبروں سے نکالا جاتا ہے۔ درحقیقت یہ بالکل سچ ہے کہ انبیاء کا زمانہ قیامت کا ایک کامل نمونہ ہوتا ہے" (ص۱۹)

جواب ۔ ای جناب آپکو کس دانا نے کہا تھا کہ مُرقع کا جواب دینے آؤ؟ افسوس مرزائی پارٹی کے حال پر جنمیں ایسے ایسے لائق آدمی بھی ہیں۔ آپکو یہ بھی معلوم نہیں کہ کہتے کیا ہو آپ نے بعثت کی تعریف جو کی وہ تو کی لیکن یہ کیا غضب کیا کہ ذکر تو بعثت انبیاء کا کیا مگر جب اُسکا مفعول ظاہر کرنے لگے تو کفار کی طرف چلے گئے۔ ہائے افسوس فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا حضرات انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ مُردوں کو زندگی ملتی ہے بہت ٹھیک۔ لیکن سوچنا یہ ہے کہ جو بعثت کہ انبیاء کی طرف آپنے مضاف کی ہے اُسکا مفعول بہ کون ہے۔ مصدر کی اضافت، یا تو فاعل کی طرف ہوتی ہے یا مفعول کی طرف۔ اگر فاعل کی طرف ہوتی ہے تو مصدر سے صیغہ اسم فاعل نکالکر مضاف الیہ کو اُس سے موصوف کیا جاتا ہے۔ مثلاً هٰذا خَلْقُ اللّٰهِ میں خلق (مصدر) کی اضافت فاعل کیطرف ہے تو اللہ کو خالق کہنا صحیح ہے اور مَا خَلْقُكُمْ میں اضافت مفعول کی طرف ہے تو ہمکو مخلوق کہنا صحیح ہے مگر آپ کی منطق کیا اُلٹی راہ آپکو چلا رہی ہے کہ ذکر تو اُس بعثت کا کر رہے ہیں جو انبیاء کی طرف مضاف ہے اور مفعول اُسکا کفار اور مشرکین کو بنا رہے ہیں جنپر اُسکا خلقی طور پر کوئی اثر نہیں۔ لطف یہ کہ دعوےٰ بھی غلط۔ دیکھئے کیا کہتے ہیں کہ بعثت کے معنے ہیں مر کر زندہ ہونا۔ حالانکہ قرآن مجید میں کئی ایک جگہ یہ لفظ رسولوں بلکہ سید الرسل علیہم السلام کے لئے بھی آیا ہے۔ غور سے سُنو: هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (سورۃ جمعہ) وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ

کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوۡلًا (پ۱۴-ع۱۱) بتلاؤ اِن آیات میں بعثت کے معنے مُردوں کو زندہ کرنے کی ہیں؟ کیا اِن آیات کے معنے یہ ہیں کہ خدا نے مُردہ رسُولوں کو زندہ کیا۔ افسوس ہے تم لوگ ایک جھوٹ کو ثابت کرنے کے لئے کئی ایک جھوٹوں کے مرتکب ہوتے ہو ؎

لطف پر لطف ہی املا میں مری یار کی یار + حائے حطی سے گرح لکھتا ہی ہنوز سی ہمار

اسی طرح آپ کا یہ عذر بھی نہایت ہی کمزور ہے کہ "آن غیر ممتد ہے اور زمانہ ممتد ہی اسلئے زمان بعثت سے مراد تمام وقت تبلیغ رسالت لیا جاویگا" یہ بھی اسلئے غلط ہے کہ اوّل تو آن اور زمان میں یہ فرق فلسفی طریق پر ہے۔ عرف عام میں کوئی بھی یہ فرق نہیں کرتا۔ نہ سمجھتا ہے اور کلام اللہ کا صحیح ترجمہ وہی ہوگا جو عرف عام سے مطابق ہوگا۔ دوئم یہ فعل ہے نکہ حرکت ہے اور حرکت زمانہ کو مقتضی ہے پس جتنا وقت فعل (بعث) کے لئے درکار ہے وہی اس زمانہ سے مراد ہے کیونکہ اسی میں بعثت کا فعل تمام ہو کر مفعول بہ کو مبعوث کر دیتا ہے۔

آیئے مَیں آپکو ایک اور طرح سے بھی سمجھاؤں لیجئے علےٰ وجہ التسلیم مانے لیتا ہوں کہ زمانہ بعثت زمانہ تبلیغ کو بھی شامل ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تیئیس سالہ زمانہ کل زمانہ بعثت ہے تاہم میرا دعویٰ صحیح ہے اور آپ کا جواب غلط۔ کیونکہ غایات کے بیان کرنے میں قاعدہ یہ ہے کہ جو چیز ممتد یعنی دراز ہو اُسکو جب کسی چیز کی غائت (انتہا) بنایا جاتا ہے تو اُسکا ابتدائی حصّہ مراد ہوتا ہے مثلاً جب ہم یہ کہیں گے کہ اِس دیوار سے اُس دیوار تک تو جس دیوار پر لفظ "تک" آیا ہے اُس ساری دیوار کی چوڑائی کو اِس غائت میں شامل نہیں سمجھا جائیگا بلکہ اُسکی اِدہر کی سطح تک غائت ہوگی۔ اگر اِس دیوار سے اُس دیوار تک الفاظ لکھکر کسی زمین کی بیع ہو تو اُسی قدر حصّہ زمین بیع میں آئیگا جتنا دونوں دیواروں کا درمیانی حصّہ ہوگا۔ نہ کہ دونوں دیواروں کے عمق سمیت۔ اسی طرح اگر ہم یہ کہیں کہ زمین سے آسمان تک تو آسمان کی وہ سطح مراد ہوگی جو زمین کی جانب ہے نہ کہ تمام آسمانی دَل۔ اب سنئے قرآنی ثبوت۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیۡلِ یعنے روزہ کو رات تک پورا کیا کرو۔ یہاں لیل سے مراد ہے شروع حصّہ لیل کا نہ کہ تمام رات۔ اگر تمام رات مراد ہو تو کوئی شخص تمام دن روزہ رکھکر صبح صادق سے تھوڑا پہلے افطار کرے تو کہنا پڑیگا کہ اُس نے

بھی اس آیت پر عمل کیا حالانکہ کوئی نہیں کہتا (قادیانی مجدد کو کہ ہم کہتے ہیں جنکی ہر کام میں حدث ہے سے بنے کیونکہ یہ سب کار اُلٹا + ہم اُلٹے بات اُلٹی یار اُلٹا) اور سنئے! ایک شخص یوں کہے کہ زمانہ تقرر سے زمانہ پنشن تک میری ملازمت پوری تیس سال ہوئی ہے تو کیا اس کلام میں زمانہ پنشن سارا داخل کیا جاویگا یا ابتدا مراد ہوگا؟ غالباً ابتدا مراد سمجھنے میں کوئی بھی اہل زبان مخالف نہ ہوگا۔ (قادیانی اہل زبان مراد نہیں) +

اِن مثالوں سے یہ بات ذہن نشین ہوسکتی ہے کہ مرزا صاحب کی عبارت میں جو یہ لفظ ہیں کہ "خلقت آدم سے لیکر آنحضرت کے زمانہ بعثت تک" اس عبارت کا یہی مطلب حسب محاورہ اہل زبان خصوصاً اہل دہلی (میر ناصر اور اُن کے اہل و عیال کو چھوڑ کر) یہی صحیح ہے کہ آنحضرت کے شروع زمانہ نبوت تک۔ نہ کہ تمام زمانہ تیئیس سالہ تبلیغ کو اس میں داخل کرکے۔

دیکھا! مُرقع کا جواب دینا کیسے ٹیڑھی کھیر ہیں۔ سنو! ؎

ابھی دلربائی کے انداز سیکھو + کچھ آسان نہیں دل لبھانا کسی کا

مگر یاد رہے کہ یہ قاعدہ اسی صورت میں ہے جہاں غائت اور مُغیّا دو الگ الگ جنس کے ہوں لیکن اگر غائت مُغیا کا تعلق کلیت اور جزئیت کا ہے تو وہاں تمام پر اشتمال ہوگا اسی لئے نحوی وہاں الیٰ کے معنے "مع" کے کہتے ہیں چنانچہ الی المرافق وغیرہ میں دیکھو شرح مائۃ عامل وغیرہ)

مختصر یہ کہ مرزا صاحب نے ازالہ اوہام صہ ۱۹۳ پر لکھا ہے کہ مسیح موعود دنیا کے چھٹے ہزار سال کے اخیر میں آئیگا پھر اسی کتاب کے صہ ۳۱۲ پر خود ہی دنیا کی عمر کا جو حساب بتلایا ہے اس حساب سے دنیا کی عمر کا چھٹا ہزار سال ۱۲۷۲ ہجری کو پورا ہو لیا ہے اور مرزا صاحب خیریت سے ۱۲۵۵ ہجری میں پیدا ہوئے ہیں یعنی ساتویں ہزار میں۔ الٹے مرزا جی اپنے ہی قول سے مسیح موعود نہیں۔ کیا خوب ؎

اُلجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں + لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا۔

لطیفہ۔ ناظرین طویل عبارت پڑھنے سے شاید ملول خاطر ہوئے ہونگے اسلئے اُنکو ایک لطیفہ مرزائیہ سُناتے ہیں۔ مرزا صاحب رسالہ اعجاز احمدی میں عبداللہ آتھم عیسائی کی نسبت

بابت آپنے پندرہ مہینے میں مرنے کی پیشگوئی کری تھی مگر وہ کئی مہینے میعاد گذار کر مرا تو اس کی بابت لکھتے ہیں کہ:۔

"اگر پیشگوئی سچی نہیں نکلی تو مجھے دکھاؤ کہ آتھم کہاں ہے۔ اُسکی عمر تو میری عمر کے برابر تھی یعنی قریب ۶۴ سال کے" صہ ۳

اس عبارت سے صاف پایا جاتا ہے کہ عبداللہ آتھم کی موت کیوقت مرزا صاحب کی عمر چوسٹھ سال تھی۔ آئیے اب ہم یہ تحقیق کریں کہ آتھم کب مرا تھا۔ سنکر ہے کہ اُسکی موت کی تاریخ بھی مرزا صاحب ہی کی تحریروں میں پائی جاتی ہے۔ مرزا صاحب رسالہ انجام آتھم کے صہ ۱ پر لکھتے ہیں:

"چونکہ مسٹر عبداللہ آتھم صاحب ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو بمقام فیروزپور فوت ہوگئے ہیں"

اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ ۱۸۹۶ء میں مرزا صاحب کی عمر چوسٹھ سال کے قریب تھی۔ بہت خوب۔ آئیے اب یہ معلوم کریں کہ آج ۱۹۰۸ء میں ۱۸۹۶ء کو گذری ہوئے کُے سال ہوئے۔ ہمارے حساب میں (اگر کوئی مرزائی غلطی نہ نکالے تو) گیارہ سال ہوئے ہیں۔ بہت اچھا۔ چوسٹھ کے ساتھ گیارہ کو ملانے سے پچھتر سال ہوتے ہیں تو ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کی عمر آج کل ۷۵ سال کی ہے مگر ناظرین یہ سنکر حیران ہونگے کہ باوجود ان اپنے ہی بیانوں کے مرزا صاحب ہنوز ارسٹھ ۶۸ سال کے بنتے ہیں چنانچہ آپ حقیقت الوحی کے صہ ۲۰۱ پر لکھتے ہیں جسے ہمارے مخاطب مجیب نے بھی صہ پر نقل کیا ہے کہ:۔

"میری (مرزا کی) عمر قریباً ۶۸ سال کی ہے"

حالانکہ حقیقت الوحی ۱۹۰۷ء میں لکھی اور اسی سنہ میں شائع کی۔

مرزائیو! اب بھی تمہیں اس بڈھے میاں کی بدحواسی میں کوئی شک ہے؟ واللہ اگر اب بھی شک کروگے تو خطرہ ہے کہ شک ہی میں مرجاؤگے ؎

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ + گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست + صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

(باقی باقی)

مرزا[1] کی پیشگوئی اپنی دار کے متعلق

اس مضمون کے گذشتہ دو نمبر مرقع میں آچکے ہیں آج یہ تیسرا عنوان ہے اس کے متعلق مرزا صاحب کا فرضی نامہ نگار لکھتا ہے:-

"پہلا امر جس سے ثابت ہوتا ہے کہ طاعون مسیح موعود کا ایک نشان ہے یہ ہے کہ مسیح موعود نے اپنے نفس کے متعلق اور اپنے گھر کے متعلق بار ہا یہ پیشگوئی شائع کی ہے کہ نہ صرف میں بلکہ ہر ایک شخص جو میرے گھر کی چار دیواری کے اندر رہتا ہے طاعون سے محفوظ رہیگا۔ تا لوگوں پر ظاہر ہو کہ طاعون میرے لئے بطور نشان کے ظاہر ہوئی ہے۔ آپ کی اس پیشگوئی کی بنیاد ایک الہام پر ہے جو حسب ذیل ہے:- انی احافظ کل من فی الدار یعنی ہر ایک شخص جو اس گھر میں رہتا ہے میں اس کی حفاظت کرونگا۔ ہم روزمرہ اس پیشگوئی کی صداقت کا مشاہدہ کر رہے ہیں قادیان میں ایک سے زیادہ دفعہ طاعون نمودار ہوئی یہانتک کہ وہ مکان بھی طاعون سے موثر ہوئے جو آپکے گھر کے بالکل متصل ہیں مگر آپکے گھر میں جسقدر لوگ رہتے تھے اللہ تعالیٰ کے فضل سے سب کے سب محفوظ رہے۔ آپ کا گھر ہر وقت بھرا رہتا ہے کیونکہ اس میں نہ صرف آپکی اہل وعیال بود و باش رکھتے ہیں بلکہ اور بھی بہت سے لوگ بمعہ اپنے بیوی بچوں کے آپکے مکان کے اندر رہتے ہیں۔ طاعون کے دنوں میں آپ کبھی اپنے مکان کو نہیں چھوڑتے بلکہ اپنے احباب کو بھی جہانتک ممکن ہو اپنے مکان میں جگہ دیتے ہیں تا وہ بھی خدا کی خاص حفاظت سے حصہ لیں۔ علاوہ اس کے طاعون کے ایام میں گردونواح کے لوگ جوق درجوق آتے ہیں اور آپ کی مسجد مبارک جو آپکے مکان کا ایک حصہ ہے ایسے لوگوں سے بھری رہتی ہے جو طاعون زدہ علاقوں سے آتے ہیں تا آپ کی زیارت سے مشرف ہوں اور آپکے ساتھ مصافحہ کریں اور اپنے لئے دعا کرائیں لیکن باوجودیکہ آپکے گھر کے اندر اور مسجد میں آدمیوں کا ہجوم رہتا ہے آپ کا مکان خدا تعالیٰ کے فضل سے محفوظ چلا آرہا ہے اور احمد نے بارہا یہ اعلان کیا ہے کہ اگر کسی کو اس نشان میں جو آپکے مکان

[1] مرزا اور اس کی حواریوں کی چالبازیں مضمون ہذا اور اس سے اگلے مضمون سے بخوبی معلوم ہونگی (منہ)

کی حفاظت کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے۔ شک ہو تو وہ اپنے لئے اور اپنے گھر میں رہنے والوں کے لئے ایسی ہی حفاظت کا اعلان کرے اگر وہ ایسا کریگا تو یقیناً خدا تعالیٰ اُسکو اور اُس کے گھر کو تباہ کریگا تا سچ اور جھوٹ میں تمیز ہو اور یہ ثابت ہو جاوے کہ مسیح موعود اور اُس کے گھر والوں کی حفاظت واقعی خدا تعالیٰ کی طرف سے اور خدا تعالیٰ کے ارادہ سے ہے۔ ممکن ہے کہ بہت سے مکانات طاعون کے حملہ سے محفوظ رہیں مگر صرف محفوظ رہنا اور امر ہے اور حفاظت کا قبل از وقت اعلان کرنا اور اُس اعلان کے مطابق محفوظ رہنا یہ اور امر ہے کیونکہ پہلی صورت میں کوئی نشان نہیں مگر دوسری صورت اپنے اندر ایک نشان رکھتی ہے۔ میں پہلے براہین احمدیہ کے ایک الہام من دخل بکان امنا کا ذکر کر آیا ہوں۔ یہ الہام بھی اسی حفاظت کے متعلق ہے جسکا انی احافظ کل من فی الدار میں وعدہ دیا گیا ہے۔" (ریویو بابت اکتوبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۳۸۷)

جواب۔ اس عبارت میں آپ نے چار دعوے کئے ہیں (۱) قادیان میں کبھی ایک دفعہ طاعون ہوا۔ (۲) مرزا صاحب نے اپنا مکان نہیں چھوڑا (۳) مرزا صاحب کا مکان محفوظ رہا۔ (۴) کسی نے مرزا صاحب کی طرح اپنے مکان کے محفوظ رہنے کا اعلان نہیں کیا۔

امر اوّل کی بابت تو ہمیں بحث نہیں اور اگر ہے تو آئندہ مضمون "قادیان میں طاعون" میں کرینگے۔ اور دوئم کی بابت اتنا کافی ہے کہ مرزا صاحب طاعون سے خوف زدہ ہو کر مدتوں آبادی سے باہر باغ میں رہے اور ملنے جلنے میں بڑی احتیاط کرتے تھے پھر معلوم نہیں ایسے سفید جھوٹ سے کیا فائدہ۔ امر سوم کی بابت ایک حوالہ بتلانا ضروری ہے جس میں مرزا صاحب نے اپنے مکان کی توسیع فرمائی ہوئی ہے۔ غور سے سنئے! مرزا صاحب لکھتے ہیں:۔

"پس جو شخص میری تعلیم پر پورا پورا عمل کرتا ہے وہ اس میرے گھر میں داخل ہو جاتا ہے جس کی نسبت خدا تعالیٰ کی کلام میں یہ وعدہ ہے انی احافظ کل من فی الدار یعنے ہر ایک جو تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر ہے میں اُسکو بچاؤنگا۔ اس جگہ یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ وہی لوگ میرے گھر کے اندر ہیں جو میرے اس خاک و خشت کے گھر میں بود و باش رکھتے ہیں بلکہ وہ لوگ بھی جو میری پوری پیروی کرتے ہیں میرے روحانی

گھر میں داخل ہیں"۔ (کشتی نوح صفحہ ۱)

اس تشریح کے بعد ہم پوچھتے ہیں کہ بتلائیے آپ کا کوئی راسخ الاعتقاد طاعون سے مرا یا نہیں؟ مختصر سی فہرست مشہور مشہور مریدوں کی ہم بتلاتے ہیں۔

(۱) محمد افضل اڈیٹر البدر قادیاں۔ قاضی امیر حسین ساکن قادیان کا بیٹا۔ مولوی برہان الدین جہلمی۔ مولوی جمال الدین ساکن سیدوالہ ضلع منٹگمری۔ حکیم فضل الٰہی لاہوری جان محمد امرتسری۔ مرزا افضل بیگ مع تمام کنبہ ساکن پٹی ضلع لاہور وغیرہ۔ یہانتک کہ مرزا صاحب نے جب دیکھا کہ میرے مریدوں میں طاعونی اموات کثرت سے ہونے لگی ہیں تو آپنے ایک سرکلر دیا کہ ہماری جماعت میں جب کوئی طاعون سے مرے تو اُس کی لاش سے بہت دور رہو اور اُس کو بے جنازہ پڑھے دفن کردو کیونکہ وہ شہید ہے۔ (الحکم ۱۰ اپریل ۱۹۰۷ء) واہ سبحان اللہ۔ ایک زمانہ تھا کہ طاعون سے مرنے کو کتوں کی موت فرماتے تھے لیکن جونہی اپنے مریدوں پر طاعون کا حملہ دیکھا تو جھٹ انکو شہید بنا دیا۔ شاید اسی سے یہ مثل مشہور ہوئی ہے کہ "لہو لگا کر شہیدوں میں ملے"۔ امر چہارم کی بابت اتنا ہی کافی ہے کہ تمہاری طرح کسی کا دماغ بگڑا ہوتا یا احمقوں کو دام میں لاکر روپیہ بٹورنا منظور ہوتا تو وہ بھی کوئی ایسا اعلان کرتا۔ بغیر اس کے کسی کو کیا درد سر تھا۔ کہ ایسے اعلان کرکے آخرکار تمہاری طرح ندامت اُٹھاتا اور لوگوں سے سنتا کہ ؎

تھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بگھارتے ✢ وہ ساری اُن کی شیخی جھڑی دو گھڑی کے بعد

مرزا صاحب کی مثال بعینہ اُس عورت کی طرح ہے جو اپنی سوکن کو جلانے کے لئے اپنی ناک کٹوا کر کہتی پھرے کہ میں ایسی بابرکت ہوں کہ اپنی ناک میں نے خود کٹوائی ہے کیوں نہیں کوئی میری طرح ایسا کرتا ✢

احمد کی پیشگوئی قادیاں کی متعلق

اس عنوان سے مرزا صاحب نے یا اُن کے نامہ نگار نے مندرجہ ذیل تحریر شائع کی ہے۔ آپ لکھتے ہیں "دوسرا امر جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ طاعون مسیح موعود کے لئے بطور نشان کے بھیجی گئی ہے مسیح کی پیشگوئی قادیاں کے قریہ

کے متعلق ہے - آپ کے الہامات آپ کے گاؤں کے متعلق حسب ذیل ہیں :- (۱) انہ اوی القریۃ - یعنی خدا تعالیٰ نے اس گاؤں کو ہلاکت سے بچا لیا (۲) لولا الاکرام لھلک المقام یعنی اگر تیری عزت کا پاس نہ ہوتا تو یہ گاؤں نابود کر دیا جاتا (۳) انی احافظ کل من فی الدار یعنی میں ہر ایک شخص کی جو اس گھر میں رہتا ہے حفاظت کرونگا - لفظ اوی جو پہلے الہام میں آیا ہے اُس سے ایسی پناہ اور حفاظت مراد ہوتی ہے جو تکلیف میں مبتلا ہونے کے بعد ملے - اس کی مثال قرآن شریف میں موجود ہے حضرت مسیح اور آپ کی والدہ ماجدہ کے متعلق خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے واوینٰھما الیٰ ربوۃ ذات قرار و معین یعنی ہم نے ان دونوں کو ایک ایسے ٹیلے (یعنی اونچی اور پہاڑی زمین) میں جگہ دی جو بڑے آرام کی جگہ تھی اور جہاں چشمے اور نہریں بہتی تھیں اس میں ملک کشمیر کی طرف اشارہ ہے جہاں حضرت مسیح نے صلیب کے دردناک واقعہ کے بعد پناہ حاصل کی - اب کس کو معلوم نہیں کہ حضرت مسیح واقعی ایک مصیبت میں گرفتار ہوئے اور تکلیف اُٹھائی اور اُنکو سخت درد اور دکھ اُٹھانے کے بعد پناہ دیگئی - یہی لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی آیا ہے - خدا تعالیٰ فرماتا ہے الم یجدک یتیما فاوی یعنی کیا خدا تعالیٰ نے تم کو یتیم پاکر پناہ نہیں دی - یہاں بھی لفظ آوی ایسی پناہ کے لئے استعمال کیا گیا ہے جو ایک ابتلا کے بعد دیگئی - اِن مثالوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ لفظ آوی ایسی صورت میں استعمال ہوتا ہے جب پہلے ایک ابتلا اور تکلیف پہونچے اور اس کے بعد پناہ دی جاوے اب یہی لفظ پہلے الہام یعنی انہ اوی القریۃ میں قادیان کے متعلق استعمال کیا گیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیان میں طاعون کا آنا ضروری تھا کیونکہ اگر قادیان طاعون سے بالکل محفوظ رہتی تو لفظ اوی اسپر صادق نہیں آسکتا تھا - اس طرح لفظ اوی میں دو پیشگوئیاں تھیں ایک یہ کہ قادیان میں طاعون نمودار ہوگی - دوم یہ کہ قادیان طاعون میں مبتلا ہونے کے بعد ہلاکت سے بچا لیا جائیگا - اس سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ بہت سے گاؤں ایسے بھی ہیں جو طاعون سے بالکل نابود* کئے جائیں گے اور قادیان بھی اس قابل تھا کہ انہیں دیہات کی طرح طاعون سے بالکل نابود کر دیا جاتا - مگر خدا تعالیٰ مسیح موعود کی خاطر حسب مفہوم لفظ

* ایسا گاؤں کوئی بتلا سکتے ہو؟ (اڈیٹر)